پٹھانے

اور چند دیگر افسانے

قمر سبزواری

پھانسے

افسانوی مجموعہ

قمر سبزواری

فہرست

پھانے	14
ھوم لیس	34
رکھوالی	47
دھاگے	61
بلورانی	77
جلا تنک	94
ہارمون	107
حرافہ	123
یُوسا	146
نجمہ	156

تقریظ

قمر سبز واری کے افسانے موضوع کے اعتبار سے اپنا اسلوب خود گھڑتے ہیں یہ افسانے کبھی نرم نرم انگلیوں سے نشتر لگاتے ہیں تو کبھی سخت کھردرے ہاتھوں سے جھنجھوڑتے ہیں. قمر سبز واری کی دوررس نگاہیں جب عورت کی داخلیت میں اترتی ہیں تو نجمہ اور حرافہ کی شازیہ کی بازیافت ہوتی ہے. نجمہ اور شازیہ نفسیات کی تنی ڈور کے الگ الگ سرے پر کھڑی ایک دوسرے کی بدل معلوم ہوتی ہیں. مرد اساس سماج میں عورت کی زبوں حالی پر قمر سبز واری نے نیے زاویے سے روشنی ڈالی ہے۔

شموئیل احمد

قمر سبز واری کے غیر معمولی افسانے

قمر سبز واری کے افسانوں کا مجموعہ "پھانے" میرے سامنے ہے۔ میں جب اس مجموعے کی کہانیاں پڑھ رہا تھا تو مجھے رہ رہ کر اشفاق احمد سے اپنا ایک مکالمہ یاد آ رہا تھا۔ یہ گفتگو اب اکادمی ادبیات پاکستان سے چھپنے والی "پاکستانی ادب کے معمار" کے سلسلے کی کتاب میں شامل ہے۔ یوں تو جنس لگ بھگ قمر سبز واری کی ان سب کہانیوں میں بہ طور موٹیف آئی ہے اور جہاں جہاں آئی ہے ماننا ہو گا کہ خوب سلیقے سے آئی مگر "رکھوالی "اور "حرافہ " جیسی کہانیوں پر اشفاق احمد والی گفتگو یاد آ گئی تو غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ ان کہانیوں میں جنس کے علاوہ اگر کوئی اور موضوع ہے تو وہ ضمنی ہو گیا ہے۔ ہاں تو گفتگو کا وہ حصہ جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں، وہ یوں ہے کہ میں نے اشفاق احمد سے ایک تلخ سوال پوچھ لیا تھا۔ اس سوال پر پہلے تو مجھے ہک دک دیکھتے رہے، ذرا سا برہم ہوئے اور پھر اس کے جواب کی طرف آ ہی گئے۔ نہیں صاحب، یوں نہیں، اشفاق احمد کو بات کہنے کا ڈھنگ آتا تھا اور لطف بھی اسی میں ہے کہ میں عین مین ان ہی کے لفظوں میں ان کی بات مقتبس کر دوں۔ پہلے وہ سوال، جو میں نے جی کڑا کر کے یوں داغ دیا تھا جیسے کوئی اناڑی آنکھیں بند کر کے گولی داغتا ہے۔ میرا سوال تھا "اشفاق صاحب، کیا ایسا

نہیں ہے کہ آپ کے ہاں جب (تصوف والے) بابے آئے، اُس وقت تک جنس کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا تھا۔ اس میں مزید چونکانا مشکل تھا، جب کہ آپ کے ہاں لوگوں کو فوراً اپنی طرف متوجہ کرنے کی خواہش موجود تھی۔ آپ نے تصوف کا سہارا لیا" وغیرہ وغیرہ۔ اشفاق احمد کا جواب تھا، "شاید ایسا ہی ہو۔ کچھ لوگ یوں ہی کہتے ہیں۔ لیکن میرا ذاتی مشاہدہ یہ ہے کہ جنس سے انسان، خاص طور پر مرد کبھی نہیں تھکتا۔ وہ اس میں کافی دور تک چلا جاتا ہے اور دیر تک رہتا ہے۔" پھر انہوں نے اپنے بابوں کے فلسفے کی وضاحت کی اور آگے چل کر یہ کہا تھا کہ "جنس ایک بڑی طاقت ور اور پاکیزہ چیز ہے، یہ میری تخلیق کا باعث ہے۔ دیکھیں جی، میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں، یہ جنس اس کے پیچھے کارفرما تھی تو میں تشریف لے آیا ہوں، لہذا میں اس کا احترام کرتا ہوں۔" تو صاحب، یہی محترم ہو جانے والی، طاقت وار اور پاکیزہ جنس، ہمارے دوغلے اور گھٹن کا گُھن لگے معاشرے میں کیسے انسانی نفسیات کا ناس مار کر اسے کھوکھلا کرتی ہے اور کیسے معاشرتی اکھاڑ پچھاڑ سے محبت کی فصل اجاڑ دیتی ہے، قمر سبز واری کے افسانوں میں بہ طور خاص موضوع ہوئی ہے۔

قمر سبز واری نے لگ بھگ اپنی ساری کہانیوں کے پلاٹ ہمارے ارد گرد کی معاشرت سے لیے ہیں۔ یہ وہ زندگی ہے جو ہم جیتے ہیں لہذا کوئی بھی کہانی ہمیں اجنبی یا انوکھی نہیں لگتی، تاہم یوں ہے کہ ان کہانیوں کے کردار سیدھی اور صاف زندگی کرنے پر قادر نہیں ہیں لہذا

ایک ٹیڑھ اور عیب لے کر آتے ہیں۔ مثلاًاس مجموعے کی کہانی "رکھوالی" ہی کو لیجئے، اس میں رشیداں کا خاوند ملک سے باہر ہے اور وہ ان عورتوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہے جو بیوہ ہو جاتی ہیں۔ چھتیس سال کی شاہدہ کا خاوند دو سال پہلے فوت ہو گیا تھا، اس کی ساس اندھی ہے، نند پاگل اور اسے دو بیٹوں کو پالنا ہے۔ رشیدہ ہو یا شاہدہ، عترت ہو یا نرگس سب مجبور ہیں کہ انہیں اپنے اپنے مرد کے بچوں اور ان کی ماں یا بہن کی رکھوالی کرنا ہے یا بدن سمیٹ کر اس کے اندر جنس کو دبا کر رکھنا ہے۔ اپنے بدن کے مطالبوں سے بے نیاز ہو کر زندگی نہیں گزاری جا سکتی کہ بدن کے اندر جنس یوں بھڑکتی ہے جیسے تندور میں آگ ۔ سو،ایسی عورتوں کا ہمارے معاشرے میں انجام قتل ہونا ہوتا ہے اور یہ قتل بالعموم کوئی اور نہیں کرتا، اپنی ہی کوکھ کے جنے ہوئے کر دیا کرتے ہیں۔

"ہارمون" اگرچہ ایک مرد کی کہانی ہے مگر صاحب یہ مرد بھی کہاں رہا ہے۔ ہارمون کی گڑبڑ نے اسے مرد رہنے دیا ہے نہ عورت تب ہی تو استاد صاحب نے اسے آسان شکار سمجھ کر کمر پر ہاتھ پھیرا اور اوندھا لیا تھا۔ ابا اسے مضبوط مرد بنانا چاہتے تھے مگر جس کی عادتیں ہیجڑوں جیسی ہوں وہ مرد کیسے بن سکتا تھا۔ ایسے افراد ہمارے معاشرے میں رسوائی اور ذلت کا نشان ہو جاتے ہیں حالاں کہ ایسا بن جانے میں ان کا قصور نہیں ہوتا۔ اس افسانے کے اس کردار کو اپنا گھر، اپنا شہر اور اپنا ملک چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ اب وہ امریکہ میں ایک پارٹنر کے ساتھ رہتا

ہے، جہاں ہم جنس ہو جانے پر کسی کو اعتراض نہیں مگر وہ وہاں رہ کر بھی وہ وہاں کہاں رہتا ہے کہ اسے اب ماں یاد آتی تھی۔ ماں، جس کی دیوار پر لگی تصویر پر وہ انگلیاں پھیر کر ماں کے پاس پہنچ جایا کرتا ہے۔

"حرافہ"، عورت سے کہیں زیادہ خبیث مرد کا افسانہ ہے۔ ایسے خبیث مرد کا افسانہ جو عورت کو غلیظ ناموں سے پکار کر، اسے اکساتا اور اپنی جنسی آگ بھڑکاتا ہے۔ وہ اپنی عورت شازیہ کو ایک وحشی کی طرح دبوچ کر تسکین پاتا ہے۔ افسانہ مرد کی کہانی بیان کرتے کرتے ایک نئی شازیہ کو سامنے لے آتا ہے۔ جی، جو ہے تو وہی مگر اندر سے اپنے مرد جیسی ہو جاتی ہے۔ مشتعل کرنے اور دبوچ لینے والی۔ اب دونوں کے بیچ کی بد کلامی اور تشدد ایسا ہی ہے جیسے کوئی بچے کے ساتھ باکسنگ کھیلتے ہوئے اُسے مکا مار دے تو وہ ہنسنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ جنس کا یہ متشدد پہلو مرد کی ماں بہن کا ذکر بھی ننگی زبان پر یوں لے آتا ہے کہ اپنی اپنی چشم تصور میں وہ اُن کی انگیائیں بھی ڈھلکا لیتے ہیں۔ جنس پچھاڑنے پر آئے تو پچھاڑتے ہوئے کیسے، کسی بھی رشتے کو محترم نہیں رہنے دیتی، یہ اس کہانی کا موضوع ہو گیا ہے۔

اور ہاں ہمارے افسانہ نگار نے یہ بھی بتایا ہے کہ جنس محض صرف کرنے اور جب جی چاہے حض اٹھا لینے والی شے نہیں ہے۔ یہ ایسا جذبہ ہے جسے پالنا پوسنا پڑتا ہے، جس کے ناز نخرے اٹھانے پڑتے ہیں، اس پر بھی خرچ اٹھتا ہے۔ اس بات کو افسانہ "یوسا" میں یوسف نامی

ایک خسیس کردار کے ذریعے سمجھایا گیا ہے۔یوسا دستیاب اور گرہستن جنس پر خرچ کرنے سے کتراتا ہے اور محض تماش بینی اور نظر بازی سے جنسی لذت کشید کرتا اور جذبوں کو انگیخت کرتا ہے۔ بھینسوں کے تھنوں سے دودھ کے قطرے نچوڑ لینے والا اور یہی دودھ اپنی گاہک عورتوں کے برتنوں میں انڈیلتے ہوئے ان کے گریبانوں میں جھانکنے والا یوسا اپنی زندگی میں اس لذت کی کشید کا انصرام کیسے کر سکتا ہے کہ وہ تو اپنی بیمار عورت پر خرچ کرنے کو تیار ہی نہیں ہے۔اس کی عورت بچے جن جن کر اس حال کو پہنچی ہوئی ہے کہ اُس کا اندر لہو پھینکتا ہے۔ایسے میں دوسری عورتوں سے جنسی خروش پانے والا اپنی بھینس بیچ کر بیوی کا علاج کروا سکتا ہے، مگر وہ تو بس ناغے گنتے رہ گیا ہے۔ عورت اور جنس کے معاملے میں ایک خسیس شخص کا انجام اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا تھا۔

میاں بیوی کے خوب صورت رشتے میں بندھے مرد اور عورت کے جنسی وفور میں رخنوں سے پیدا ہونے والے بگاڑ کو "نجمہ "نامی افسانے میں موضوع بنایا گیا ہے۔ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ایک اچھے بھلے، محبت کی خوشبو سے مہکتا ہوئے گھر کو، کہ جس میں میاں بیوی اور بچے ایک متوازن اور باہمی تعلق کی سطح پر پر جوش زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں، مذہبی تنگ نظری تباہ کر دیتی ہے۔یہ تباہی بے ریا محبت کی لپک کو منافقت کے حجاب سے بدل لینے سے آتی ہے۔

افسانہ جہاں ختم ہوتا ہے، وہاں بہ ظاہر سب کچھ ٹھیک ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مرد جسے پر اطمینان ظاہر کر رہا ہے خرابی وہی سے آغاز پا رہی ہے۔

سماجی خرابی اور اکھاڑ پچھاڑ کا، بعض اوقات معاشرے کے جن افراد کو سمجھا جا رہا ہوتا ہے، وہ نہیں ہوتے، بلکہ وہ معززین ہوتے ہیں جن کی طرف ہمارا دھیان بھی نہیں جاتا۔ افسانہ "رانی" میں ایسے افراد کو نشان زد کیا گیا ہے۔ میں نے اوپر کہا تھا کہ قمر سبز واری کو اپنے کردار بنانے کا ہنر آتا ہے، میرے اس دعوے کی غیر معمولی مثال اس افسانے کا مرکزی کردار ہو جانے والی رانی ہے۔

"پھر میرا دھیان واپس رانی کے جسم کی طرف چلا گیا۔ ایسے لگتا تھا جیسے ایک عورت کے بنتے ہوئے وجود کے اندر سے کسی نے کلائیوں سے پکڑ کر ایک مرد کو باہر نکالنے کی کوشش کی تھی اور فقط کہنیوں تک بازو باہر نکال کر چھوڑ دیے تھے یا جیسے کسی عورت کے وجود کے تھیلے کو کھول کر کسی نے ایک مرد اندر گھسیڑ دیا تھا جو کہیں کہیں سے اب بھی نظر آ رہا تھا۔"

قمر سبز واری نے اپنے فن کو محض افسانوں کے کرداروں کو سلیقے سے تراشنے اور موضوع کو کہانی میں قرینے سے ڈھالنے تک محدود نہیں رکھا، اُنھوں نے گہری معنویت پیدا کرنے کے لیے، افسانے کے ماحول کے اندر سے علامتیں بھی تراشی ہیں۔ مثلاً افسانہ "دھاگے" ایک ٹیلر نگ شاپ پر دوستوں کی ملاقات سے شروع ہوتا اور وہیں تکمیل پاتا ہے۔ ٹیلر نگ شاپ پر